امر بالمعروف و نہی عن المنکر کا قرآنی تصور اور مسلم معاشرے پر اس کے اثرات

سید شبیہ الحسنین نقوی

خلاصہ

امر بالمعروف و نہی عن المنکر ایک اہم اسلامی فریضہ ہے۔اسلام انفرادی اور معاشرتی ذمہ داریوں کا دین ہے۔ایسا نہیں ہے کہ اسلام نے فقط انفرادی طور پر کچھ عبادات کی ذمہ داری دے کر انسان کو اجتماعیت سے دور کر دیا ہو۔آج کے مغرب کا المیہ یہی ہے کہ وہاں ہر چیز انفرادیت کا شکار ہو گئی ہے۔اسی لیے ان کی اجتماعی زندگی ختم ہو گئی ہے پہلے تو انہوں نے مذہب کو انفرادیت سے جوڑا تھا مگر اب پورا معاشرہ ہی انفرادیت کا شکار ہو گیا ہے۔امر بالمعروف و نہی عن المنکر معاشرے میں نیکیوں کو عام کرتا ہے اور برائیوں سے روکتا ہے۔اس کے ذریعے معاشرے میں امن، سکون، اطاعت خدا، پر امن خاندانی نظام اور دنیا و آخرت کی کامیابی ملتی ہے۔جب ہر انسان یہ کوشش کرے گا کہ اگر اس کے سامنے کوئی برائی وقوع پذیر ہو رہی ہے تو وہ اپنی بساط کے مطابق اسے روکے۔روکنے کا طریقہ احسن انداز میں ہونا چاہیے اس کی تفاصیل امر بالمعروف و نہی عن المنکر سے متعلق کتب میں دیکھی جاسکتی ہیں۔

آج ہم مسلم معاشروں میں دیکھتے ہیں کہ انفرادی سطح پر بد عملی اور اجتماعی سطح پر بھی سستی کا شکار ہیں۔اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ ہم نے امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے فریضے کو بھلا دیا ہے۔ہم اس مقالے میں امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے انفرادی اور اجتماعی اثرات کو قرآن مجید کی آیات کی روشنی میں دیکھیں۔اگر معاشرہ امر بالمعروف و نہی عن المنکر پر عمل کرے تو وہ ایک جنت نظیر معاشرہ بن سکتا ہے۔

کلیدی الفاظ: معاشرہ، مسلم، معروف، منکر، قرآنی

مقدمہ

امر بالمعروف کی اہمیت کے لیے یہی کافی ہے کہ ہمارے دینی فروعات میں شامل ہے، قرآن مجید کی تعلیمات اور آئمہ اہلبیتؑ کی سیرت میں بھی اس کی اہمیت موجود ہے۔ وہ معاشرہ جس میں امر

بالمعروف اور نہی عن المنکر ختم ہو جائے وہ معاشرہ تباہ و برباد ہو جائے گا اور آج کل یہی ہو رہا ہے، جدید ٹیکنالوجی کے دور میں ہمارا معاشرہ اس قدر ترقی کر چکا ہے کہ لوگ چاند پر زندگی بسر کرنے کے منصوبے بنا رہے ہیں اور دوسری طرف ہمارا معاشرہ دین و قرآن سے دور ہوتا جا رہا ہے۔

اگر اسلام کے زریں اصولوں کو جمع کر کے ایک جگہ پر لکھا جائے تو ان اصولوں کی کلید اور چابی "امر بالمعروف اور نہی عن المنکر" کو قرار دیا جائے گا کیونکہ جب تک یہ اصول زندہ ہیں اس وقت تک معاشرے میں اسلام کے دیگر اصولوں کو رشد و کمال نصیب ہے اور اگر خدانخواستہ ان اصولوں کو پسِ پشت ڈال دیا جائے تو اس معاشرے میں چاہے جتنی عبادت و ریاضت کی جائے وہ بے کار اور عبث ہے اور اس کی کوئی ارزش نہیں۔ پس اس فریضے کی ادائیگی واجبات میں سے ہے اور تمام فقہاء نے اس فریضے کی اہمیت کو اجاگر کرنے کے لیے اپنے اپنے رسالہ عملیہ میں باقاعدہ ایک باب کا اضافہ کیا ہے جس میں اس کے واجبات، شرائط اور دیگر احکام کو زیرِ بحث لایا گیا ہے۔

ا۔ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے لغوی و اصطلاحی معانی:

صاحبِ معجم نے "امر" لفظ "اَمَرَ" کا معانی "مشورہ کرنا، حکم دینا، اور بات چیت کرنا لکھا ہے۔[1]

علامہ جرجانی علیہ الرحمہ نے امر بالمعروف و نہی عن المنکر کی تعریف کرتے ہوئے کہا ہے کہ:

الامر بالمعروف هو ارشاد الى المراشد المنجية

ایک کامل ارادہ کنندہ کی طرف سے حکم کا ہونا ہے۔

والنهى عن امنكر الزجر عما لا يلائم فى الشريعة

نہی عن المنکر ہر وہ شئے جو شریعتِ مقدسہ سے سازگار نہ ہو اس سے روکنا ہے۔

وقيل: الامر بالمعروف الدلالة على الخير و النهى عن المنكر عن الشر-

ایک قول کے مطابق امر بالمعروف ہر وہ شئے ہے جو خیر پر دلالت کرے اور نہی عن امنکر ہر وہ شئے ہے جو برائی سے روکے۔

وقيل: الامر بالمعروف امر بما يوافق الكتاب و السنة و النهى عن المنكر نهى عما تميل اليه النفس والشهوة

---

[1] ابن سرور محمد اویس عبد النصیر ٠٠علوی؛ المعجم الوسیط ۳۹

ایک اور قول کے مطابق: امر بالمعروف ایسا امر ہے جو کتاب اور سنت کے موافق ہو اور نہی عن المنکر ایک ایسا حکم ہے جو انسان کو نفس پرستی اور شہوت کی طرف مائل ہونے سے روکتا ہے۔

و قیل: الامر بالمعروف اشارة الی ما یرضی اللہ تعالیٰ من افعال العبد و اقواله، و النهی عن امنکر تقبیح ما تنفر عنه الشریعة و العفة، وهو مالا یجوز فی دین اللہ تعالیٰ-[1]

امر بالمعروف اس چیز کی طرف اشارہ ہے جس سے اللہ راضی ہو بندے کے افعال اور اقوال سے جبکہ نہی عن المنکر ایک ایسی قبیح چیز ہے جس سے شریعت اور عفت نفرت کرے اور وہ جو اللہ کے دین میں جائز نہ ہو۔

صاحب المفردات نے لکھا ہے کہ: "الامر (اسم) کے معانی نشان، یعنی حالت کے ہیں، اس کی جمع "امورُ" ہے، "امرة" کا مصدر بھی "امر" آتا ہے جس کے معانی "حکم دینے کے ہیں "امر کا لفظ جملہ اقوال و افعال کے لیے عام ہے، چنانچہ آیت میں ہے:

وَإِلَيْهِ يُرْجَعُ الْأَمْرُ كُلُّهُ [2]

اور سارے امور کا رجوع اسی کی طرف ہے۔

دوسری جگہ ارشاد ہوتا ہے:

وَأَوْحَىٰ فِي كُلِّ سَمَاءٍ أَمْرَهَا [3]

اور ہر آسمان میں اس کا حکم پہنچا دیا۔

اس آیت میں بھی اسی معنی پر حمل کیا گیا ہے اور حکماءِ امت نے آیہ کریمہ:

وَيَسْأَلُونَكَ عَنِ الرُّوحِ ۖ قُلِ الرُّوحُ مِنْ أَمْرِ رَبِّ [4]

اور لوگ آپ سے روح کے بارے میں پوچھتے ہیں، کہہ دیجئے: روح میرے رب کے امر سے متعلق (ایک راز) ہے۔

---

[1] ۔علامہ علی بن محمد الشریف الجرجانی التعریفات ؛۸۵

[2] ۔ ھود: ۱۲۳

[3] ۔ فصلت: ۱۲

[4] ۔ الاسراء: ۸۵

میں بھی من امر ربی کے معانی من ابداعہِ" کیے ہیں اور ایک اور آیت میں ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ[1]

اے ایمان والو! اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اور تم میں سے جو صاحبان امر ہیں ان کی اطاعت کرو۔

ان میں بعض کے نزدیک عہدِ نبوی کے امر مراد ہیں، اور بعض آئمہ اہلبیت مراد لیتے ہیں اور بعض کا قول ہے کہ اولولامر کا معنی الآمرون بالمعروف کے ہیں۔ ابنِ عباس کا قول ہے کہ "اس سے مراد وہ فقہاء اور اہلِ علم مراد ہیں جو احکامِ الٰہی کے فرمانبر دار ہوں اور یہ سبھی اقوال صحیح ہیں کیونکہ اولی الامر لوگوں کو نیکی کا حکم دیتے ہیں ار برائی سے روکتے ہیں۔ ان کی چار اقسام ہیں:

۱۔ انبیاء: جن کا حکم عوام و خواص کے ظاہر و باطن پر نافذ ہوتا ہے۔

۲۔ حکام: جن کا حکم صرف لوگوں کی ظاہری حالت پر جاری ہو سکتا ہے۔ دلوں پر ان کی حکومت نہیں ہوتی۔

۳۔ حکماء: خواص کے دلوں پر حکومت کرتے ہیں۔

۴۔ وعاظ: جن کا حکم صرف عوام کے قلب و ضمیر پر ہی جاری ہو سکتا ہے۔[2]

معروف یعنی کارِ خیر اور نیکی کا مرتبہ معروف لازم ہے اس کے مقابل ہر برا کام یہ نہیں کہا کہ فسق، غیبت، دروغ یا چغل خوری یا تفرقہ بازی یار یاکاری بلکہ منکر ہر وہ چیز جو ناشائستہ و پلید ہو۔

امر یعنی فرمان نہی یعنی روکنا اور روک دینا لیکن یہ فرمان کیا چیز ہے آیا اس فرمان سے مقصود لفظی فرمان ہے؟ آیا امر بالمعروف اور نہی از منکر فقط لفظی مرحلہ تک ہے؟

فقط زبان سے ہی امر بالمعروف اور نہی از منکر کرنا چاہیے؟ ایسا نہیں ہے امر بالمعروف اور نہی از منکر ہاتھ سے اور عمل کے مرحلہ تک ہیں آپ کو اپنے تمام وجود سے امر بالمعروف اور نہی از منکر کرنا ہے۔

۲۔ اصطلاحی تعریف: امر بالمعروف سے مراد دوسروں کو واجبات اور مستحبات کا حکم دینا ہے اور نہی عن المنکر سے مراد یہ ہے کہ دوسروں کو ایسے کاموں سے منع کرنا جو عقل و دین کے خلاف ہوں یعنی محرمات و مکروہات۔

---

[1] ۔ النساء: ۵۹

[2] ۔ امام راغب؛ اصفہانی؛ ج ۱

قرآن میں نیکی کے لیے لفظ معروف اور برائی کے لیے لفظ منکر استعمال ہوا ہے۔
پس نتیجہ یہ ہوا کہ وہ تمام امور جو کتاب، سنت اور عقل کے موافق ہوں وہ معروف اور جو ان تینوں کے مخالف ہو وہ منکر کہلائے گا۔

۲۔امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے مراتب:

جو کام دین و عقل کے مطابق ہو وہ نیکی ہے اور معروف شمار ہوتا ہے، منکر وہ چیز ہے جس کی اساس نقل و عقل میں مذموم ہو لہذا تمام واجبات اور مستحبات معروف ہیں امر بالمعروف یعنی دوسروں کو واجبات اور مستحبات کا حکم دینا اور نہی عن امنکر یعنی دوسروں کو ایسے کاموں سے روکنا جو عقل کے خلاف ہوں یعنی محرمات و مکروہات۔
اس فریضے کے مختلف مراحل ہیں، مخاطب کے علاوہ زمان و مکان کا اثر ہے، معصومینؑ کی احادیث میں مندرجہ ذیل مراتب ذکر ہوئے ہیں:

۱۔ عملی

۲۔زبانی

۳۔ قلبی

رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

> من رای منکم منکراً فلیغیره بیده، فان لم یستطع فبلسانه ، فان لم یستطع ، بقلبه
>
> جب تم میں سے کوئی برائی دیکھتا ہے تو اسے ہاتھ سے روکے پس اگر نہیں روک سکتا تو زبان سے روکے، اگر زبان سے بھی نہیں روک سکتا تو بیزاری کا اظہار کرے۔[1]

نظامِ قضائی میں اس امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے تین مرحلے ہیں، جن میں سے دو مرحلے واجبِ کفائی کے طور پر عوام الناس کی ذمہ داری ہے اور ایک مرحلہ کی ذمہ دار حکومت ہے۔

[1] آیت اللہ جوادی آملی؛؛ مفاتیح الحیات؛ ۵۰۵

"رہبر معظم سید علی خامنہ ای مدظلہ العالی فرماتے ہیں "امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے مراحل و مراتب کی رعایت کرنا واجب ہے۔اس کا مطلب یہ ہے کہ اگرادنی رتبے اور مرحلے سے کام چل جائے تو دوسرے مرحلے کی طرف منتقل ہونا جائز نہیں۔"[1]

اسی کے متعلق آیت اللہ العظمیٰ سید علی حسینی سیستانی فرماتے ہیں:

> لازم ہے کہ ابتداء پہلے یا دوسرے (قلبی و زبانی) درجے سے کی جائے اور پہلے اس کا انتخاب کریں جس میں اذیت کم ہو اور اثر زیادہ ہو اور اگر نتیجہ حاصل نہ ہو تو بتدریج سختی کی جائے۔ قلبی و زبانی اظہارِ مؤثر نہ ہو تو نوبت عملی درجے تک پہنچ جاتی ہے۔احتیاطِ واجب ہے کہ تیسرے درجے (عملی اقدام مثلاً مارنا اور قید کرنا) کے لیے حاکمِ شرع سے اجازت لے۔لازم ہے کہ عمل کو اس جگہ سے شروع کیا جائے کہ ناراضگی اور اذیت کم ہو اور اگر نتیجہ حاصل نہ ہو تو سخت تر اور شدید اقدام کیا جائے لیکن اس حد تک نہ ہو کہ اس کا عضو ٹوٹنے کا سبب بنے یا بدن زخمی ہو جائے۔[2]

ا۔امر بالمعروف و نہی عن المنکر کا پہلا مرحلہ :یعنی انسان دل میں برائیوں سے بیزار اور خوبیوں کا مشتاق ہو، بعض حضرات کی رائے میں اس مرحلے سے مراد یہ ہے کہ انسان نفرت یا دلی لگاؤ کے آثار کو اپنے چہرے پر یا عمل کے ذریعے ناراضگی اور رضامندی کی صورت میں ظاہر کرے یہ ترک واجبات اور انجامِ محرمات کے مقابلے میں تمام لوگوں کی ذمہ داری ہے۔

۲۔امر بالمعروف و نہی از منکر کا دوسرا مرحلہ :یعنی انسان شروع میں نرم و ملائم اور محبت آمیز انداز میں وعظ و نصیحت کرے اثر نہ ہونے کی صورت میں تند و سخت انداز اختیار کر کے امر بالمعروف اور نہی از منکر کی ذمہ داری انجام دے۔

۳۔امر بالمعروف و نہی از منکر کا تیسرا مرحلہ : تیسرے مرحلے میں واجبات کو ترک کرنے اور محرمات کو انجام دینے والوں کے خلاف قہر آمیز عملی اقدام کرنا چاہیے ، بدنی سزا کے ذریعے ہو یا

---

[1] آیت اللہ علی حسینی ؛خامنہ ای ؛توضیح المسایل
[2] آیت اللہ علی حسینی ؛سیستانی ؛توضیح المسایل

زندان میں ڈالنے اوراس کے مشابہ عمل کے ذریعے ہو جیسے کتبِ فقہی میں کہا گیاہے کہ یہ مرحلہ حکومت کی ذمہ داری ہے اور ممکن نہیں کہ اس کو عوام الناس کے سپرد کر دیا جائے۔ کیونکہ ایسا کرنا شدید فساد اور بحران کا باعث بن سکتا ہے۔ اسے فقہِ اسلامی اور عبارتِ فقہاء میں وظیفہِ حسبہ کے عنوان سے بیان کیا گیاہے۔[1]

واضح ہو کہ امر بالمعروف و نہی از منکر کے چند مراتب حسبِ ذیل ہیں:

اول: دل سے انکار کرنا،اس طریقہ میں دل سے منکر کو فاعلِ معصیت جانیں اوراس وجہ سے اس کو دشمن رکھیں۔ یہ دو شرطوں سے مشروط ہے:

۱۔ معصیتِ مرتکبہ کا علم رکھتا ہو۔

۲۔ مرتکبِ منکر نادم و پشیمان نہ ہو۔

دوم: حسبِ ارشاد ہدایت معصیت جانتا ہو کیونکہ اکثر اشخاص جہل و نادانی کے باعث مرتکبِ گناہ ہوتے ہیں۔

سوم: اس شخصِ عاصی سے نفرت و کراہت رکھنا علیحدگی و دوری کرنا اور اس سے میل ملاپ اور ترکِ محبت کر دینا۔

چہارم: پند و نصیحت کی زبان سے منع کرنا اور اس سے انکار کرنا اور جب یہ مفید نہ ہوں تو خوف دلانا۔ اگر یہ بھی نہ کرے تو سختی کے ساتھ کہنا اور دشنام دینا اس طریقے سے کہ "اے نادان، جاہل ،احمق، فاسق وغیرہ کہا جائے۔

پنجم: اس کو طاقت سے معصیت سے باز رکھنا مثلاً سامانِ لہو ولعب توڑ ڈالنا، شراب پھینک دینا اور مالِ غصبی کو لے کر اس کے مالک کے حوالے کر دینا۔

ششم: تلوار یا کسی ہتھیار سے مارنا اور زخمی کرنا۔اس مرتبہ کے لیے اکثر علمانے امامِ وقت کی اجازت ضروری بتائی ہے اور حاکمِ وقت کا بغیرِ اجازت امام کے جہاد کرنا جائز نہیں جانتے لیکن "سید مرتضیٰ

[1] آیت اللہ ناصر مکارم؛شیرازی؛ تفسیر موضوعی؛ج۱۰؛۲۰۷

رحمۃ اللہ علیہ اس جماعت کے لیے جو متمکن ہو اور موجبِ فساد نہ ہو جائز جانتے ہیں اور امام کی اجازت ضروری نہیں ہے۔[1]

امر بالمعروف کی درجہ بندی: حضرت علی ابن ابی طالب علی السلام سے سوال کیا گیا کہ قرآن کہتا ہے کہ زمین پر رہنے والے بعض زندہ لوگ اصل میں مردہ ہیں اس کا کیا مطلب ہے؟

میت الاحیاء "زندوں میں یہ مردہ لوگ کون ہیں اور کیوں ہیں؟

فرمایا عوام کے چند طبقے ہیں، بعض لوگ جب منکرات دیکھتے ہیں وہ دلی طور پر متاثر ہوتے ہیں ان کے دماغ کی نسیں کھولنے لگتی ہیں زبان سے تنقید کا آغاز کرتے ہیں ہدایت کرتے ہیں۔ یہاں پر وہ قانع مطمئن نہیں ہوتے پھر عملی میدان میں داخل ہوتے ہیں جس طرح سے بھی ہو، مہربانی کے ذریعے، سختی سے، مار پیٹ کے ذریعے، چاہے خود کو بھی مار پڑ جائے بالآخر اس کام میں کسی بھی وسیلے سے اس منکر کا مقابلہ کرتے ہیں۔ فرمایا ان تمام زندوں میں سے فقط یہی زندہ ہیں، بعض لوگ جب منکرات دیکھتے ہیں تو ان کے دل میں آگ سی لگ جاتی ہے زبان سے روکتے ہیں، فریاد کرتے ہیں استغاثہ بلند کرتے ہیں، نصیحت کرتے ہیں، وعظ کرتے ہیں، لیکن جیسے ہی عملی میدان کا وقت آتا ہے تو پھر مردِ میدان نہیں رہتے، فرمایا اس میں زندگی کی دو یا تین نشانیاں باقی ہیں لیکن زندگی کی ایک علامت سے محروم ہیں۔[2]

۳۔امر بالمعروف و نہی عن المنکر کی شرائط:

امام جعفر صادق علیہ السلام امر بالمعروف و نہی عن المنکر کی شرائط کے بارے فرماتے ہیں کہ امر و نہی وہ بندہ کر سکتا ہے جس میں تین صفات ہوں:

۱) جس کا امر کر رہا ہے اس پر عمل کرنے والا ہو۔

۲) جس سے روک رہا ہے اسے خود نہ کرتا ہو۔ امر و نہی میں عدل سے کام لیتا ہو۔

۳) جس کام کا امر کر رہا ہے یا جس کام سے روک رہا ہے اس میں نرم ہو۔[3]

---

[1] ملا احمد؛ نراقی؛ معراج السعادہ؛ ص ۴۶۹

[2] مرتضیٰ؛ مطہری؛ امام حسین استاد مطہری کی نظر میں ۶۴

[3]۔ الخصال شیخ صدوق ص؛ ۱۰۹

شہید مطہری رضوان اللہ علیہ شرائط بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

امر بالمعروف و نہی از منکر کی دو بنیادی شرائط ہیں ان میں سے ایک رُشد و آگاہی اور بصیرت ہے اب میں نے جو کہا ہے کہ امر بالمعروف و نہی عن المنکر کم از کم یہ خیال کر رہے ہونگے۔ اچھا ایسا ہے تو یہاں سے جائیں گے تو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کریں گے میں آپ سے پوچھتا ہوں کیا ہم یہ سمجھتے ہیں کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کیا ہے اور اسے کس طرح انجام دیں؟

اب تک تو ہمارا امر بالمعروف اور نہی عن المنکر قمیض کے بٹنوں اور لوگوں کے جوتوں کے تسموں کے گرد ہی گھومتا رہا ہے سر کے بالوں اور لباس کی سلائی ہی موردِ نظر رہی، ! پس ہم اصول کو کیسے پہچانیں کہ یہ کیا ہے؟ منکر کو کیا مانتے ہیں کہ کیا ہے؟ ہم بعض اوقات معروف کو منکر کی جگہ اور منکر کو معروف کی جگہ دے لیتے ہیں اس سے کہیں بہتر ہے کہ ہم جاہل لوگ امر بالمعروف اور نہی از منکر نہ ہی کریں۔ کتنے منکرات ایسے امر بالمعروف کے نتیجہ میں ایجاد ہو چکے ہیں یہاں آگاہی اور بصیرت لازمی ہے۔ خبر اور مہارت کی ضرورت ہے، دانائی نفسیات اور معاشرہ شناسی کی ضرورت ہے تاکہ انسان سمجھ لے کہ کس طرح سے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر انجام دیں یعنی راہِ معروف کو تشخیص دے سکتا ہو۔ اس کو پتہ چل جائے کہ معروف کہاں ہے؟ منکر کو تشخیص دے سکتا ہو، منکر کی بنیاد کیا ہے ؟ وہ جان سکتا ہو منکر کا سرچشمہ کہاں ہے؟ لہذا آئمہ دینؑ نے فرمایا ہے بہتر ہے کہ جاہل امر بالمعروف اور نہی از منکر نہ کرے کیوں نہ کرے؟

لانہ مایفسدہ اکثر مما یصلحہ[1]

کیونکہ جب جاہل امر بالمعروف اور نہی از منکر کرے گا چاہتا تو ہے کہ بہتر کرے لیکن بدتر کر دے گا اس کی کئی مثالیں موجود ہیں۔

شاید آپ لوگ یہ کہیں کہ ہم جاہل ہیں لہذا ہمارے سے امر بالمعروف اور نہی از منکر ساقط ہو گیا ہے آپ کے سوال کا جواب دیا جا چکا ہے قرآن نے فرمایا:

وَلَٰكِنْ لِيَقْضِيَ اللَّهُ أَمْرًا كَانَ مَفْعُولًا لِيَهْلِكَ مَنْ هَلَكَ عَنْ بَيِّنَةٍ[2]

---

[1]۔ محمد یعقوب؛ کلینی؛ اصول کافی؛ ج ا ص ۲۷۷

[2]۔ انفال ۴۲

وہ اس لیے تھا کہ اللہ اس امر کو پورا کرے جس کا فیصلہ کر چکا تھا تاکہ ہلاک ہونے والا واضح دلیل کے ساتھ ہلاک ہو۔

لِئَلَّا يَكُونَ لِلنَّاسِ عَلَى اللَّهِ حُجَّةٌ بَعْدَ الرُّسُلِ[1]

تاکہ ان رسولوں کے بعد لوگوں کے لیے اللہ کے سامنے کسی حجت کی گنجائش نہ رہے۔

امر بالمعرف اور نہی عن المنکر کا ایک مقام یہ ہے کہ:

۱۔لوگ اپنی اولاد کا نام اسلامی رکھیں یہ امر بالمعروف ہے۔

۲۔اسلامی ناموں کو زندہ کریں یہ امر بالمعروف ہے۔

۳۔غیر اسلامی ناموں سے اجتناب کریں یہ نہی از منکر ہے۔

۴۔اپنے اداروں کے نام اسلامی رکھیں۔

۵۔اسلامی ناموں کو زندہ کریں اسلامی زبان کو زندہ کریں، عربی زبان ایک قوم کی زبان نہیں ہے بلکہ یہ اسلام کی زبان ہے۔

اگر قرآن نہ ہوتا اصلاً اس زبان کا دنیا میں وجود بھی نہ ہوتا، ہمارا اہم وظیفہ ہے کہ اس زبان کی پاسداری و حفاظت کریں۔[2]

علمی نکتہ: امت اصل میں مادہ ام سے ہے جس کا معنی ہے ہر وہ چیز جس کا دوسری چیزیں ضمیمہ ہوں اس بنا پر امت اس گروہ کو کہا جاتا ہے کہ جن کے درمیان وحدت کا پہلو ہو اس میں فرق نہیں کہ وحدت زمانی، مکانی، یا مقصد میں وحدت ہو۔

لہذا متفرق اور پراگندہ اشخاص کو امت نہیں کہا جاتا گزشتہ آیت اخوت اور وحدت کے بارے میں تھی اس آیت میں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی طرف اشارہ کیا گیا ہے، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر نہ ہوں تو مختلف عوامل جو اجتماعی بقاء کے دشمن ہیں دیمک کی طرح اندر سے معاشرے کی جڑوں

[1]۔ النساء ۱۶۵

[2]۔امام حسین علیہ السلام استاد شہید مطہریؒ کی نظر میں

کو کھاتے رہتے ہیں اور لوگوں کو ایک دوسرے سے جدا کرتے رہتے ہیں اسی لیے وحدتِ اجتماعی کی حفاظت امر و نہی کے بغیر ممکن نہیں۔

آیت میں یہ حکم دیا گیا ہے کہ ہمیشہ مسلمانوں میں ایک ایسا گروہ ہونا چاہیے جو ان دو اجتماعی ذمہ داریوں کو انجام دے، لوگوں کو نیکی کی دعوت دے اور برائیوں سے روکے اور آیت کے آخری حصے میں باقاعدہ تصریح ہوئی ہے کہ فلاح و نجات صرف اسی میں ہے۔

فصلِ دوم

قرآن میں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی اہمیت

قرآن میں امر کا لفظ(۲۴۷)آیات میں آیا ہے اور پورے قرآن میں(۲۴۵) بار یہ لفظ استعمال ہوا ہے، اسی طرح قرآن میں معروف کا لفظ(۳۶)آیات میں آیا ہے اور پورے قرآن میں(۳۹) بار یہ لفظ استعمال ہوا ہے اور نہی عن المنکر قرآن میں ۷ آیات میں ۷ بار آیا ہے۔

ذیل میں قرآن کی ان آیات کو ذکر کرتے ہیں جن میں اس فریضے کا ذکر موجود ہے ارشاد باری تعالی ہوتا ہے:

> وَلْتَكُنْ مِنْكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ ۚ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَO ولا تكونوا كالذين وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ تَفَرَّقُوا وَاخْتَلَفُوا مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَهُمُ الْبَيِّنَاتُ ۚ وَأُولَٰئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ[1]

> اور تم میں ایک جماعت ایسی ضرور ہونی چاہیے جو نیکی کی دعوت اور بھلائی کا حکم دے اور برائیوں سے روکے اور یہی لوگ نجات پانے والے ہیں۔ اور تم ان لوگوں کی طرح نہ ہونا جو واضح دلائل آجانے کے بعد بٹ گئے اور اختلاف کا شکار ہوئے اور ایسے لوگوں کے لیے بڑا عذاب ہوگا۔

[1] ۔آلِ عمران ۱۰۵، ۱۰۴پ آیت اللہ ناصر مکارم؛ شیرازی؛ ج ۱۰؛ س ۲۰۷

كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ[1]

تم بہترین امت ہو جو لوگوں (کی اصلاح) کے لیے پیدا کیے گئے ہو تم نیکی کا حکم دیتے ہو اور برائی سے روکتے ہو اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو۔

لَيْسُوا سَوَاءً ۗ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ أُمَّةٌ قَائِمَةٌ يَتْلُونَ آيَاتِ اللَّهِ آنَاءَ اللَّيْلِ وَهُمْ يَسْجُدُونَO يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُسَارِعُونَ فِي الْخَيْرَاتِ وَأُولَٰئِكَ مِنَ الصَّالِحِينَ[2]

سب برابر نہیں ہیں، اہل کتاب میں کچھ (لوگ) ایسے بھی ہیں جو (حکم خدا پر) قائم ہیں، رات کے وقت آیات خدا کی تلاوت کرتے ہیں اور سر بسجود ہوتے ہیں۔ وہ اللہ اور روز آخرت پر ایمان رکھتے، نیک کاموں کا حکم دیتے، برائیوں سے روکتے اور بھلائی کے کاموں میں جلدی کرتے ہیں اور یہی صالح لوگوں میں سے ہیں۔

وَالْمُؤْمِنُونَ وَالْمُؤْمِنَاتُ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ ۚ يَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُقِيمُونَ الصَّلَاةَ وَيُؤْتُونَ الزَّكَاةَ وَيُطِيعُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ ۚ أُولَٰئِكَ سَيَرْحَمُهُمُ اللَّهُ ۗ إِنَّ اللَّهَ عَزِيزٌ حَكِيمٌ[3]

اور مومن مرد اور مومنہ عورتیں ایک دوسرے کے بہی خواہ ہیں، وہ نیک کاموں کی ترغیب دیتے ہیں اور برائی سے روکتے ہیں اور نماز قائم کرتے ہیں اور زکوۃ ادا کرتے ہیں اور اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرتے ہیں یہی وہ لوگ ہیں جن پر اللہ رحم فرمائے گا، بے شک اللہ بڑا غالب آنے والا، حکمت والا ہے ۔

التَّائِبُونَ الْعَابِدُونَ الْحَامِدُونَ السَّائِحُونَ الرَّاكِعُونَ السَّاجِدُونَ الْآمِرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَالنَّاهُونَ عَنِ الْمُنْكَرِوَالْحَافِظُونَ لِحُدُودِ اللَّهِ ۗ وَبَشِّرِالْمُؤْمِنِينَ[4]

---

[1]۔ سورہ آلِ عمران ۔۱۱۰

[2]۔ سورہ آلِ عمران ۱۱۳، ۱۱۴

[3]۔ سورہ توبہ ۔۷۱

[4]۔ سورہ توبہ ۱۱۲

یہ لوگ) توبہ کرنے والے، عبادت گزار، ثناء کرنے والے، (راہ خدا میں) سفر کرنے والے، رکوع کرنے والے، سجدہ کرنے والے، نیکی کی دعوت دینے والے اور برائی سے روکنے والے اور حدود اللہ کی حفاظت کرنے والے ہیں اور (اے رسول) مومنین کو خوشخبری سنا دیجئے۔

إِنَّ اللَّهَ يُدْخِلُ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ ۚ إِنَّ اللَّهَ يَفْعَلُ مَا يُرِيدُ [1]

اللہ ایمان لانے والوں اور نیک اعمال بجالانے والوں کو یقینا ایسے باغات میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں بہ رہی ہوں گی، اللہ جس چیز کا ارادہ کرلیتا ہے اسے یقینا کر گزرتا ہے۔

يَا بُنَيَّ أَقِمِ الصَّلَاةَ وَأْمُرْ بِالْمَعْرُوفِ وَانْهَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَاصْبِرْ عَلَىٰ مَا أَصَابَكَ ۖ إِنَّ ذَٰلِكَ مِنْ عَزْمِ الْأُمُورِ [2]

ان آیات کے علاوہ اور بھی بہت سی آیات ہیں کہ جن میں اس فریضے کو بیان کیا گیا ہے مگر ہم طوالت کے خوف سے ان چند پر ہی اکتفاء کرتے ہوئے ان میں سے کچھ کی تشریح کرتے ہیں کہ جن کو اپنے زمانے کے معروف مفسرین نے احسن و اکمل طریقے سے بیان کیا ہے۔

ا۔ قران میں امر بالمعروف کی اہمیت

سورہ آلِ عمران:

وَلْتَكُنْ مِنْكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ ۚ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَO وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ تَفَرَّقُوا وَاخْتَلَفُوا مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَهُمُ الْبَيِّنَاتُ ۚ وَأُولَٰئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ [3]

اور تم میں ایک جماعت ایسی ضرور ہونی چاہیے جو نیکی کی دعوت اور بھلائی کا حکم دے اور برائیوں سے روکے اور یہی لوگ نجات پانے والے ہیں۔ اور تم ان لوگوں کی

---

[1] ۔ سورہ الحج ۱۴

[2] ۔ لقمان: ۱۷

[3] ۔ آلِ عمران ۱۰۴، ۱۰۵

طرح نہ ہونا جو واضح دلائل آجانے کے بعد بٹ گئے اور اختلاف کا شکار ہوئے اور ایسے لوگوں کے لیے بڑا عذاب ہو گا۔اور دیکھو ان لوگوں کی سی چال نہ چلنا جو خدا کے ایک ہی دین پر اکٹھے رہنے کی بجائے الگ ہو جاتے ہیں اور باوجود یہ کہ کتاب اللہ کی روشن دلیل انکے سامنے آچکی ہے باہم دیگر اختلاف میں پڑ گئے ہیں ان کے لیے بہت بڑا عذاب ہے۔

اس جگہ پر سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ منکم امتہ کا ظاہری مطلب یہ ہے کہ یہ امت بعض مسلمانوں سے تشکیل پاتی ہے جو اس فریضہ کو انجام دے رہے ہیں نہ کہ سب کے سب یہ کام کریں تو اس طرح سے امر اور نہی کی ذمہ داری عمومی پہلو کھو بیٹھتی ہے اور یہ صرف ایک خاص گروہ کی ذمہ داری ہو گی اگرچہ انتخاب اور جمیعت کو ترتیب دینا تمام لوگوں کا فرض ہے دوسرے لفظوں میں یہ واجب کفائی ہے نہ کہ عینی، حالانکہ قرآن کی دیگر آیات سے ثابت ہے کہ یہ دونوں ذمہ داریاں عمومی پہلو رکھتی ہیں یعنی واجبِ عینی ہیں نہ کہ واجبِ کفائی مثلاً بعد میں آنے والی آیت میں ارشاد ہوتا ہے کہ:

وَلْتَكُنْ مِنْكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ ۚ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ[1]

اور تم میں ایک جماعت ایسی ضرور ہونی چاہیے جو نیکی کی دعوت اور بھلائی کا حکم دے اور برائیوں سے روکے اور یہی لوگ نجات پانے والے ہیں۔

تم بہترین امت ہو جسے لوگوں کے نفع کے لیے پیدا کیا گیا ہے کیونکہ تم انہیں اچھی چیزوں کا حکم دیتے ہو اور برائیوں سے روکتے ہو، اس کے علاوہ بہت سی دوسری آیات ہیں جس سے واضح ہو جاتا ہے کہ یہ دونوں ذمہ داریاں کسی خاص گروہ کے ساتھ مخصوص نہیں بلکہ یہ عمومی ہیں۔

جواب: ان جیسی تمام آیات میں غور کرنے سے جواب ملتا ہے کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے دو مراحل ہیں ان میں سے پہلا انفرادی مرحلہ ہے کہ جس میں ہر شخص کی ذمہ داری بنتی ہے کہ وہ تنہا دوسروں کے اعمال کی نگہداشت کرے اور دوسرا مرحلہ اجتماعی ہے اس کے لیے ایک گروہ کا فریضہ ہے کہ وہ معاشرتی خرابیوں کو ختم کرے اور متحد ہو کر کوشش کرے۔

---

[1] ۔ آلِ عمران ۱۱۰

پہلی قسم میں ہر شخص پر ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ اسی طرح تمام لوگ ذمہ دار ہونگے اس میں انفرادی پہلو ہے اس کی روشنی میں فرد کی توانائی تک محدود ہے دوسری قسم واجب کفائی ہے اہم نکات یہ ہیں کہ معروف کے حروفِ اصلی، ع۔ر۔ف (عرف) ہیں اور اسکے لغوی معانی ہیں پہچانے ہوئے اور منکر کے لغوی معانی نہ پہچانے ہوئے ہیں یہ لفظ انکار سے ہے اس مناسبت سے نیک کاموں کو پہچانے ہوئے امور اور ناپسندیدہ کاموں کو نہ پہچانے ہوئے کاموں سے تعارف کروایا جاتا ہے چونکہ انسان کی پاک فطرت پہلی قسم سے آشنا اور دوسری قسم سے نہ آشنا ہے۔

وَلْتَكُنْ مِنْكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ ۚ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ[1]

اور تم میں ایک جماعت ایسی ضرور ہونی چاہیے جو نیکی کی دعوت اور بھلائی کا حکم دے اور برائیوں سے روکے اور یہی لوگ نجات پانے والے ہیں۔

تفسیر الکوثر میں ہے کہ ولتکن کا جملہ امر اور حکم ہے جس کے تحت واجب ہے کہ معاشرے میں ایک ایسا گروہ ہونا چاہیے جو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرے اور معاشرے میں انسانی اور اخلاقی اقدار کو زندہ رکھے اور ان اقدار کا دفاع کرے اور ضمیر کو زندہ رکھے اور اس میں احساس شعور بیدار رکھے یہ سب کام امر و نہی میں آتے ہیں ایک صحت مند معاشرے کی تشکیل میں اسلامی معاشرے کو مختلف آلودگیوں سے پاک وصاف رکھنے کے لیے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ایک فلٹر ہے جس سے یہ صحت مند معاشرہ ہمیشہ پاک صاف رہتا ہے۔

قابل توجہ نکتہ :

اگر دیکھا جائے تو امر بالمعروف و نہی عن المنکر کسی مفاد پرستی اور دیگر دنیاوی عوامل کی وجہ سے نہیں ہے بلکہ آپس کی اخوت اور ہمدردی کا نتیجہ ہے یہ عمل نفرت اور نخوت سے نہیں بلکہ محبت اور ہمدردی سے انجام پاتا ہے۔

ارشاد ربانی ہوتا ہے:

[1]۔ سورہ آل عمران، آیت ۱۰۴

وَالْمُؤْمِنُونَ وَالْمُؤْمِنَاتُ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ ۚ يَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ[1]

اور مومن مرد اور مومنہ عورتیں ایک دوسرے کے بہی خواہ ہیں، وہ نیک کاموں کی ترغیب دیتے ہیں اور برائی سے روکتے ہیں۔

علمی نکتہ:

قوت جاذبہ اور قوت دافعہ کے بغیر کسی نظام اور انتظام میں توازن قائم نہیں رہ سکتا امر و نہی ایک اسلامی معاشرے میں صحت مند توازن برقرار رکھنے کے لیے قوت جاذبہ اور قوت دافعہ ہے۔ایسا معاشرہ معروف کو جذب اور منکر کو دفع کرتا ہے۔[2]

آیت اللہ قرائتی اس کی تفسیر میں فرماتے ہیں

وَلْتَكُنْ مِنْكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ ۚ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ[3]

اور تم میں ایک جماعت ایسی ضرور ہونی چاہیے جو نیکی کی دعوت اور بھلائی کا حکم دے اور برائیوں سے روکے اور یہی لوگ نجات پانے والے ہیں۔

اس آیت میں یہ بتایا گیا ہے کہ امر و نہی دو صورت میں انجام پاتا ہے:

۱۔ایک عمومی فریضے کے عنوان سے ہے کہ جس شخص میں جتنی قدرت اور توانائی ہے وہ اس کے مطابق اس فریضے کو انجام دیتا ہے۔

۲۔ایک منظم اور باقاعدہ تشکیل شدہ گروہ اس فریضے کو انجام دیتا ہے پوری طاقت کے ساتھ اس کا اجراء کرتا ہے اور اس پر عمل درآمد کرتا ہے۔

پیغامات:

اس آیت سے ہمیں درج ذیل پیغامات ملتے ہیں:

---

[1] ۔توبہ :۷۱

[2] ۔ شیخ محسن علی ؛ نجفی ؛ تفسیر الکوثر ؛ج ۲؛ص ۱۳۵

[3] سورہ آل عمران، آیت ۱۰۴

۱)اسلامی معاشرے میں کچھ لوگ ایسے ہونے چاہیے جنہیں اسلامی حکومت کی تائید حاصل ہواور وہ معاشرے کی حرکات وسکنات کواور اسکے اوضاع واحوال پر کڑی نظر رکھیں۔

۲) معاشرے کی اصلاح اور برائیوں اور تخریب کاریوں کو روکنا ایک باقاعدہ طاقت اور ایک معین ذمہ دار شخص کے بغیر ناممکن ہے۔

۳) خیر کی دعوت دینے والا، نیکی کا امر کرنے والا شخص اسلام شناس، مردم شناس اور سلیقہ شناس ہونا چاہیے یہی وجہ ہے کہ یہ ذمہ داری بعض لوگوں پر ہوتی ہے سب پر نہیں۔

۴)معاشرے میں امر و نہی کا فریضہ دائمی ہوناچاہیے وقتی اور عارضی صورت میں اسکا کوئی فائدہ نہیں۔ ید عون الی الخیر ،یامرون ،ینھون یہ سب فعل مضارع استمرار پر دلالت کرتے ہیں۔

۵)امر، نہی سے مقدم ہوناچاہیے کیونکہ معروف کے لیے راستہ کھلاہو تو منکر خود بخود نکل جاتاہے۔

۶)جو لوگ معاشرے کی ترقی اور اصلاح کے لیے دلسوزی سے کام کرتے ہیں وہی حقیقی معنوں میں کامیاب ہیں۔

وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ تَفَرَّقُوا وَاخْتَلَفُوا مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَهُمُ الْبَيِّنَاتُ ۚ وَأُولَٰئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ [1]

اور تم ان لوگوں کی طرح نہ ہوناجو واضح دلائل آجانے کے بعد بٹ گئے اور اختلاف کا شکار ہوئے اور ایسے لوگوں کے لیے بڑاعذاب ہوگا۔

اس آیت میں یہ پیغامات پنہاں ہیں:

۱) گزشتہ لوگوں کے اختلاف کے تلخ نتائج سے ہمیں سبق حاصل کرناچاہیے۔

۲) اختلافات کا سبب ہمیشہ جہالت ہی نہیں ہوا کرتا بلکہ نفسانی خواہشات بھی اختلاف کا باعث بنتی ہیں۔

۳) اختلافات اور تفرقہ بازی نہ صرف دنیامیں قدرت کے ختم کرنے کا اور شکست کا موجب بنتی ہیں بلکہ قیامت کے دن بھی جہنم کے عذاب میں مبتلاء کرتی ہے۔

كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ [1]

---

[1] ۔آل عمران: ۱۰۵

تم بہترین امت ہو جو لوگوں (کی اصلاح) کے لیے پیدا کیے گئے ہو تم نیکی کا حکم دیتے ہو اور برائی سے روکتے ہو

اس سورت کی آیت ۱۰۴ میں معروف و منکر کا فریضہ ایک خاص قسم کے لوگوں کے ذریعے انجام پانے کا حکم ہے لیکن اس آیت میں اس بات کی طرف اشارہ کیا گیا ہے کہ یہ ایک عمومی فریضہ ہے جس کی ادائیگی ہر ایک پر عائد ہے۔

پیغامات:

۱) بہترین امت ہونا نعروں سے ثابت نہیں ہوتا بلکہ ایمان امر و نہی کے ساتھ ہے جیسے کنتم خیر امة۔۔۔

۲) خاموش اور بزدل انسان یا امت نیکی اور بھلائی حاصل نہیں کر سکتی۔

۳) امر بالمعروف اس قدر اہم ہے کہ امتوں کے معیار کا فرق اس سے معلوم کیا جا سکتا ہے۔

۴) امر و نہی اس صورت میں متحقق ہو سکتا ہے کہ جب مسلمان ایک امت کی شکل میں ہوں یعنی جب ان کے پاس حاکمیت موجود ہو۔

۵) مسلمان تمام انسانی معاشرے کی اصلاح کے ذمہ دار ہیں

۶) نیکی کا حکم دینا برائی اور فساد کے ساتھ مقابلہ کیے بغیر ممکن نہیں ہے یعنی یہ پورا نتیجہ نہیں دیتا ہے۔

۷) امت کے ہر فرد کو چاہیے کہ وہ امر و نہی کرے۔

۸) امر و نہی کرنے میں کسی کی عمر، علاقہ، نسل، علم، اور اقتصادی یا اجتماعی اور معاشرتی حیثیت کا کوئی کردار نہیں ہے۔

یعنی مذکورہ مقدمات میں سے کوئی بھی امر و نہی کے شرائط میں سے نہیں ہے۔

۹) مسلمان کو چاہیے کہ موثر طاقت کے ساتھ امر و نہی کریں خواہش و التماس والی حالت میں نہیں۔

۱۰) امر کو نہی سے مقدم ہونا چاہیے، یعنی امر پہلے کریں اور نہی بعد میں۔

۱۱) وہ امر و نہی اثر کرے گی جو ایمان کے ساتھ ہو۔

۱۲) اللہ اہل کتاب کو اسلام کی طرف دعوت فرما رہا ہے۔

---

[1]۔ سورہ آلِ عمران۔۱۱۰

۱۳) اسلام تمام ادیان کے لیے ناسخ ہے۔[1]

۲۔امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی اہمیت وآفادیت کاتذکرہ:

وَلْتَكُنْ مِنْكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ ۚ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ[2]

اور تم میں ایک جماعت ایسی ضرور ہونی چاہیے جو نیکی کی دعوت اور بھلائی کا حکم دے اور برائیوں سے روکے اور یہی لوگ نجات پانے والے ہیں۔

اس آیت میں امر و نہی کے فلسفے کا تذکرہ کیا گیا ہے جو تمام اسلامی فرائض میں سے ایک اہم اور اشرف فریضہ ہے اس کی اہمیت وفضیلت وعظمت کو سمجھنے کے لیے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے امر و نہی کو سبیل انبیاء اور منہاجِ الصلحاء قرار دیا جس کے ذریعے سے باقی فرائض ادا ہوتے ہیں راستے پرامن ہوتے ہیں اور کاروبار حلال ہوتے ہیں، لوگوں کے حقوق واپس پلٹائے جاتے ہیں زمین آباد ہوتی ہے اور تمام کام درست ہوتے ہیں۔[3]

البتہ اس سلسلے میں چند باتوں میں قدرے اختلاف ہے:

۱)ایک اختلاف یہ ہے کہ آیا یہ فریضہ واجبِ عینی ہے یا کفائی اگر اظہر نہیں تو اشھر تو یہ ہے کہ یہ فریضہ واجب کفائی ہے جیسا کہ متعلقہ آیت میں لفظ منکم اس پر دلالت کرتا ہے لھذا اگر معاشرے میں ایک گروہ یہ فریضہ انجام دینا شروع کردے جس سے اصلاحِ معاشرے کا نیک مقصد پورا ہو جائے تو دوسروں سے وجوب ساقط ہو جاتا ہے۔

۲)دوسرا اختلاف یہ ہے کہ یہ فریضہ واجب مطلق ہے یا مشروط، اقویٰ یہ ہے کہ اس میں واجبِ مطلق اور مشروط دونوں کے جنبے میں پائے جاتے ہیں اس طرح یہ من وجہ مطلق ہے اور من وجہ مشروط بھی ہے۔ بہر کیف متعلقہ آیت میں لفظ الخیر (نیکی) سے مراد دین اسلام ہے اور معروف سے مراد اللہ کی اطاعت ہے اور منکر سے مراد اللہ کی نافرمانی والے کام ہیں۔ خلاصہ یہ ہے کہ جس طرح دنیاوی

[1]۔ محسن علی ؛قراءتی؛ تفسیر نور؛ج۱؛ص ۶۴۷ تا ۶۵۰

[2]۔ سورہ آل عمران، آیت ۱۰۴

[3]۔ فروع کافی

مملکت کے نظام کی بقاء اور اس کی کامیابی کے لیے مختلف شعبوں اور ان کے لیے مختلف افراد کی ضرورت ہے جیسا کہ مقننہ، عدلیہ، انتظامیہ وغیرہ بالکل اسی طرح نظام اسلام کو برقرار رکھنے کے لیے اور اسے کامیاب کرنے کے لیے ایک ایسی جماعت کی ضرورت ہے جو غیر مسلموں کو اسلام کی دعوت دے اور عالمگیر پیغام کو دنیا کے گوشے گوشے میں پہنچائے اور مسلمانوں کو اچھے کاموں کا حکم دے اور برے کاموں سے روکے تاکہ اسلامی معاشرے امن و آشتی، مہر و محبت، راحت و آرام اور سکون و اطمینان میں جنت کی تمثیل بن جائیں۔

مگر یہ خیال رہے کہ اس مشکل اور کٹھن کام کا انجام ہی بالخصوص اغیار کو اسلام کی دعوت دینا اور ان تک اسلامی نظریات پہنچانا ہے۔

ہر ایک کے بس کی بات نہیں بلکہ اس کے لیے ایک ایسی جماعت تیار کرنی پڑے گی جو اسلامی علوم میں مہارت کے علاوہ پختگی، کردار کی بلندی، اخلاق واطوار کے زیور سے آراستہ ہو اور مزید برآں حکمت و موعظہ حسنہ کے ساتھ فریضہ تبلیغ ودعوت اسلام انجام دینے کی اہلیت رکھتی ہو تاکہ مطلوبہ نتائج و ثمرات حاصل کی جاسکیں۔ ایک سوال یہ ہے کہ جب امر و نہی اس قدر اہمیت کا حامل فریضہ ہے تو پھر ہر شخص بالخصوص علماء وزعماء اس فریضہ کو انجام کیوں نہیں دیتے؟ اس سوال کا مختصر تحقیقی جواب یہ ہے کہ فریضہ انجام دینا کوئی پھولوں کی سیج نہیں اور نہ ایسا کرنے والوں کا استقبال زندہ باد کے نعروں سے کیا جاتا ہے۔ نہ ہی روپے پیسوں سے ان کی جیب گرم کی جاتی ہے اور نہ ان کو تحفے تحائف ملتے ہیں بلکہ گالیاں ملتی ہیں اور ایسا کرنے والوں کا مردہ باد سے استقبال کیا جاتا ہے اور راستے میں کانٹے بچھائے جاتے ہیں سروں پر کوڑا کرکٹ پھینکا جاتا ہے بلکہ اکثر کو آخر میں زہر جفا پلادیا جاتا ہے یا تلوارِ دغا کا نشانہ بنادیا جاتا ہے تاکہ ان کی شمع حیات کو گل کر دیں۔ انبیاء وآئمہ اطہارؑ کے حالات زندگی وواقعات اور سوانح میں یہی ملتا ہے۔[1]

تفسیر مراغی میں احمد مصطفی مراغی اس آیت کی تفسیر یوں کرتے ہیں:

وَلْتَكُنْ مِنكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ ۚ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ[2]

[1]۔ الشیخ محمد حسین نجفی؛ تفسیر فیضان الرحمٰن؛ ج ۲؛ ص ۳۹ تا ۴۲

[2]۔ سورہ آل عمران، آیت ۱۰۴

اور تم میں ایک جماعت ایسی ضرور ہونی چاہیے جو نیکی کی دعوت اور بھلائی کا حکم دے اور برائیوں سے روکے اور یہی لوگ نجات پانے والے ہیں۔

مفسر نے اس سلسلے میں ۳ اقوال نقل کیے ہیں:

۱)امت سے مراد اس آیت میں صرف اصحاب پیغمبرؐ ہیں جو تنزیل کے وقت ساتھ موجود تھے۔

۲)امت سے مراد تمام امتِ محمدیؐ ہے۔

۳)امت سے مراد اصحابِ پیغمبرؐ اور پیغمبرؐ خود ہیں

تفسیر مفردات:

امۃ ایک جماعت ہے جو تالیف شدہ ہے افراد سے مگر وہ خاص گرہ ہے۔

الخیر وہ چیز ہے جس میں انسان کی دنیوی اور دینی اصلاح کرنے کی صلاحیت ہو اس لیے امت محمدی کو امتِ خیر سے تعبیر کیا گیا ہے۔

معروف ہر وہ چیز ہے جس کو عقل و شرع مستحسن قرار دے۔

منکر وہ ہے جس کو عقل و شرع نے پسند نہیں کیا۔

دو نظریے:

ان میں سے ایک متمیز گروہ ایسا ہونا چاہیے جو اس فریضے کو انجام دے۔

۱)یہ خطاب فقط مومنین کو ہے کہ وہ اس کام کو انجام دیں مومنین مکلف ہیں اور ان کا انتخاب کیا گیا ہے۔

۲)اس سے مراد مومن نہیں ہیں بلکہ پیغمبر کی امت میں سے ہر وہ فرد جس کی جتنی ظرفیت ہے وہ اس فریضے کو انجام دے یہ بات ان سب کو شامل ہے۔[1]

آیت اللہ العظمیٰ ناصر مکارم شیرازی فرماتے ہیں:

كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ[2]

[1]۔ احمد مصطفیٰ؛ مراغی؛ تفسیر مراغی؛ ج ۲؛ ۱۳

[2]۔ سورہ آلِ عمران۔ ۱۱۰

تم بہترین امت ہو جو لوگوں (کی اصلاح) کے لیے پیدا کیے گئے ہو تم نیکی کا حکم دیتے ہو اور برائی سے روکتے ہو۔

یہ آیت امر و نہی کو پیش کر رہی ہے نیز اس آیت میں دو مسائل ہیں۔ یہ آیت واجبِ عمومی کو بیان کر رہی ہے اور سابقہ آیت میں مرحلہ خاص واجب کفائی ہے جو معین جماعت کے ساتھ ہے۔

اس آیت میں اللہ تعالی مومنین کی صفت بیان کرتے ہوئے فرماتا ہے کہ تم بہترین امت ہو جو کہ تمام بشر یا انسان کی خدمت کرتے ہوئے امر و نہی جیسے عظیم فریضے کو انجام دیتے ہو یہ اس امت کے بہترین امت ہونے کا ثبوت ہے۔

چار چیزوں کے باعث امت محمدیؐ باقی امتوں سے بہترین امت قرار پائی ہے:

۱)امر بالمعروف کے قائم کرنے کی وجہ سے

۲) نہی عن المنکر کرنے کی وجہ سے

۳)اللہ پر ایمان کی وجہ سے

۴)اکمل دین اور اتم شریعت کی وجہ سے

علمی نکتہ: اس آیت میں (كُنْتُمْ) کو زمانہ ماضی کے ساتھ تعبیر کیا گیا ہے اگرچہ مفسرین کے درمیان اس لفظ کے بارے میں بہت سے احتمالات ہیں۔

آقای مکارم شیرازی مد ظلہ عالی فرماتے ہیں کہ میں نے اس لفظ کو ماضی کے ساتھ تعبیر کیا ہے کیونکہ یہ اجل تاکید کے لیے ہے یعنی کوئی بھی چیز محقق الوقوع ہو اس کو صیغہ ماضی کے ساتھ تعبیر کرتے ہیں مثلاً قرآن میں بہت سی ایسی آیات آئی ہیں جو اس بات کو ظاہر کرتی ہیں کہ فی الحال جو کچھ واقع نہیں ہوا مگر اس کا واقع ہونا حتمی ہے تو وہاں بھی لفظ ماضی استعمال ہوا ہے مثلاً اذا وقعت الواقعه یا اذا جاءنصر الله و الفتح--

دوسرا علمی نکتہ: آقای شیرازی مد ظلہ عالی فرماتے ہیں کہ اس آیت میں امر و نہی کو ایمان باللہ پر مقدم کرنا بہتر ہے۔

جیسا کی اس آیت میں مقدم بھی ہے اور یہ مقدم کرنا اس الٰھی فریضہ کی اہمیت کو بتاتا ہے۔ کیونکہ یہ دو فریضے ایمان کے انتشار کرنے کا سبب بنتا ہے اور ان دو فریضوں کی خصوصیت یہ ہے کہ یہ قوانین

ششماہی معارف قرآن شمارہ ۹، جلد ۱۱، جنوری تا جون ۲۰۲۳ء

فردیہ اور اجتماعیہ کو نافذ کرتے ہیں اور اس میں شک نہیں ہے کہ جو چیز قانون اور تطبیق کو نافذ کرتی ہے وہ خود قانون پر مقدم ہوتی ہے لہذا امر و نہی ایمان باللہ پر مقدم ہے۔

علامہ طبرسی اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ[1]

تم بہترین امت ہو جو لوگوں (کی اصلاح) کے لیے پیدا کیے گئے ہو تم نیکی کا حکم دیتے ہو اور برائی سے روکتے ہو۔

۱) تم بہترین امت ہو جو ان دو فرائض کو انجام دیتے ہو۔ اس بات کی تائید میں پیغمبر ﷺ کی ایک حدیث نقل ہوئی ہے آپ ﷺ فرماتے ہیں تم اللہ کے نزدیک ایک بہترین امت ہو اور ۷۰ ستر امتوں میں سے تم ایک بہترین اور مکرم امت ہو۔

۲) فراء اور زجاج کے نزدیک كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ سے مراد لوحِ محفوظ ہے۔

۳) كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ تامہ ہے اور اس کو حال کی بناء پر نصب دی گئی ہے اس وقت اس کا معنی یہ ہوگا کہ تمہیں بہترین امت پایا۔۔اور تمہیں بہترین امت خلق کیا۔

كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ سے مراد کون لوگ ہیں؟ اس کے متعلق مختلف اقوال ہیں:

صاحب کتاب نے ان کو اس طرح بیان کیا ہے:

۱) ایک قول کے مطابق اس سے مراد فقط مہاجرین ہیں۔

۲) دوسرے قول کے مطابق ابن مسعود اور ابی ابن کعب ہیں۔

۳) ایک اور قول کے مطابق اس سے مراد اصحاب پیغمبر ہیں۔

۴) اس سے مراد صحابہ ہیں لیکن یہ تمام امت کو شامل ہے۔[2]

وَلْتَكُنْ مِنْكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ ۚ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ[3]

---

[1]۔ سورہ آل عمران۔۱۱۰

[2]۔ ابی علی الفضل بن الحسن؛؛ الطبرسی؛ مجمع البیان فی تفسیر القرآن؛ ج۱؛ ص ۸۱۰)

[3] سورہ آل عمران، آیت ۱۰۴

اور تم میں ایک جماعت ایسی ضرور ہونی چاہیے جو نیکی کی دعوت اور بھلائی کا حکم دے اور برائیوں سے روکے اور یہی لوگ نجات پانے والے ہیں۔

قطعی ویقینی تجربات اس حقیقت کا ثبوت دیتے ہے کہ انسان اپنی زندگی میں جو معلومات حاصل کرتا ہے اوران میں سے صرف انہی معلومات کواپنے لئے جمع و محفوظ کرتا ہے جواس کے لیے فائدہ مند ہوں۔خواہ وہ جہاں سے بھی اور جس طریقے سے بھی انہیں حاصل کرے اور جس طرح سے بھی انہیں محفوظ کرے۔اگران معلومات کو ہمیشہ ملحوظ و مد نظر قرار نہ دیں اور نہ ہی انہیں بار بار عملی جامہ پہنائے تو وہ معلومات جاتی رہیں گی اوران سے ہاتھ دھو بیٹھوگے۔اس کے ساتھ یہ بات بھی ہر طرح کے شک وشبہ سے بالاتر ہے کہ انسان کے ہر عمل کا دارو مدار علم پر ہوتا ہے کہ علم کے قوی ہونے سے عمل بھی قوی ہوتی ہے اور علم کے ضعیف ہونے سے عمل بھی ضعیف ہوتی ہے۔ علم کے صالح ودرست ہونے سے عمل بھی صالح اور درست ہوتا ہے اور علم کے فاسد ہونے سے عمل بھی فاسد ہوتے ہے مثلااس کی مثال آیہ مبارکہ میں ہے کہ پاک زمین اور ناپاک زمین سے دیتے ہوئے یوں ارشاد فرماتا ہے:

وَالْبَلَدُ الطَّيِّبُ يَخْرُجُ نَبَاتُهُ بِإِذْنِ رَبِّهِ ۖ وَالَّذِي خَبُثَ لَا يَخْرُجُ إِلَّا نَكِدًا[1]

اور پاکیزہ زمین میں سبزہ اپنے رب کے حکم سے نکلتا ہے اور خراب زمین کی پیداوار بھی ناقص ہوتی ہے۔

مذکورہ بالااُمور ہی علم نافع اور عمل صالح کے حامل صالح معاشرہ کوان کی معرفت وثقافت کے تحفظ کی دعوت دیتے ہیں اور افراد معاشرہ کواس بات کی تلقین کرتے ہیں کہ جو شخص نیکی کے راستے سے ہٹ جائے اس کو واپس اس کی طرف لوٹائیں اور جو شخص کلی طور پر نیکی کے راستے سے منہ موڑ چکا ہوا سے اس کے حال پر نہ چھوڑے کہ وہ شر اور برائی کے گہرے کھڈے میں گر جائے بلکہ اسے ہلاکت اور نابودی کی وادی میں گرنے سے روکیں اور اسے نیکی کے راستے سے دور نہ جانے دے اسی کا نام امر بالمعروف و نہی عن المنکر ہے اسی کی طرف خداوند اس آیت میں توجہ مبذول کرائی ہے، یدعون الی الخیر و یامرون بالمعروف وینھون عن المنکر۔اس بیان سے وہ بنیادی نکتہ بھی معلوم ہو جاتا ہے کہ جس کی بنا پر خداوند متعال نے خیر وشر کو معروف و منکر سے تعبیر کیا ہے۔ کیونکہ یہ کلام سابقہ آیت کے ان الفاظ پر مبنی ہے

[1] الاعراف: ۵۸

واعتصمو بحبل اللہ جمیعا ولا تفرقو۔اور تم سب اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھامے رکھواور تفرقہ پیدانہ کرو۔ظاہر ہے کہ جس معاشرے کی اصل ہی اعتصام بحبل اللہ اور عدم تفرقہ ہواس میں معروف پسندیدہ کام خیر ونیکی قرار پائے گا۔منکر یعنی ناپسندیدہ کام ہی شر اور برائی کہلائے گااور اگر بالفرض یہ نکتہ اس وجہ تسمیہ میں ملحوظ نہ بھی ہوتب بھی خیر کو معروف اور شر کو منکر سے موسوم کرنے میں یہی بات کافی ہے کہ دینی نقطہ نگاہ میں خیر کو معروف اور شر کو منکر قرار دیا گیاہے۔

علمی نکتہ

جملہ ولتکن منکم میں حرف (من)کے بارے میں دو قول ذکر کیے گئے ہے:

ا۔بعض حضرات کا کہناہے کہ یہ من تبعیض کے معنٰی میں ہے اس میں بعض افراد مقصود ہے اس قول کی دلیل میں یہ پیش کی گئی ہے امر بالمعروف ونہی عن المنکر واجب کفائی اعمال میں سے ہے جو کہ تمام افراد پر واجب ہوتے ہے مگر بعض کے انجام دینے سے دوسروں سے ساقط ہو جاتا ہے

۲۔دوسرا قول یہ ہے کہ یہاں (من) بیانیہ ہے یعنی ان افراد کی نشان دہی کرنے کے لیے ہے جو امر بالمعروف ونہی عن المنکر کرتے ہیں اس بناپر آیت کا معنٰی یہ ہوگا اس طرح کے صالح معاشرہ کے ذریعے تم ایسی اُمت بن جاو جو دعوت الی الخیر دینے والی ہو اور امر بالمعروف ونہی عن المنکر کرنے والی ہو۔گویا اس طرح ہے جیسا کہ کہا جائے لیکن لی منک صدیق ای کن صدیقا کہ تجھ سے میرا ایک دوست ہونا چاہیے یعنی تو میرا دوست بن جا۔کہ حرف من کو بیانیہ قرار دینے کا مطلب اسے ابتدائی قرار دینا ہے یعنی ایسی اُمت نہیں جو دعوت الی الخیر دے۔[1]

۲۔سورہ لقمان:

يَا بُنَيَّ أَقِمِ الصَّلَاةَ وَأْمُرْ بِالْمَعْرُوفِ وَانْهَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَاصْبِرْ عَلَىٰ مَا أَصَابَكَ إِنَّ ذَٰلِكَ مِنْ عَزْمِ الْأُمُورِ[۲]

اے میرے بیٹے! نماز قائم کرواور نیکی کا حکم دواور بدی سے منع کرواور جو مصیبت تجھے پیش آئے اس پر صبر کرو، یہ معاملات میں عزم راسخ (کی علامت) ہے۔

[1]۔ محمد حسین؛طباطبائی؛ تفسیر المیزان؛ج۳؛ص۸۲۷

[۲]۔لقمان: ۱۷

اس مقام پر انسان کی کامیابی کے چار عوامل واسباب کو بیان کی گیا ہے:

۱۔ نماز قائم کرنا ۲۔ معروف کا حکم دینا

۳۔ منکر سے نہی ۴۔ صبر واستقامت

اس جملے "ان ذلک من عزم لامور" (یہ اہم امور ہیں) کا اشارہ ممکن ہے خاص طور پر صبر واستقامت کی طرف ہو۔ یہ بھی ممکن ہے کہ اس کا تعلق چاروں اصولوں سے ہو۔ یہ نکتہ بھی لائقِ توجہ ہے کہ صبر واستقامت اور امر بالمعروف اور نہی عن االمنکر کا ساتھ ساتھ ہونا ان دونوں کے باہمی اور قریبی رابطے کی طرف اشارہ ہو۔ اس لیے کہ ان دو عظیم الٰہی ذمہ داریوں کو انجام دینا بسا اوقات مسائل دومشکلات کے ہمراہ ہوتا ہے اور صبر واستقامت کے بغیر ان دو مقاصد کو حاصل نہیں کیا جا سکتا۔ اسی طرح یہ دو نماز سے بھی قریبی تعلق رکھتے ہیں کیونکہ ہم جانتے ہیں کہ نماز فحشاء اور منکر سے نہی کرتی ہے یا بالفاظِ دیگر نماز امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا اصلی پایہ ہے۔[1]

نماز کے پروگرام کے بعد ایک اہم ترین اجتماعی فریضہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں، ان تین اہم عملی احکام کے بعد ایک ایسے اہم مسئلے کی طرف متوجہ کیا ہے جسے ایمان سے وہی نسبت ہے جو سر کو بدن سے ہوتی ہے یہ صبر واستقامت ہے۔

مسلم ہے کہ تمام اجتماعی کاموں میں حصوصاً امر بالمعروف اور نہی از منکر کے پروگرام میں بہت زیادہ مشکلات ہوتی ہیں او مفاد پرست حکام گناہوں سے آلودہ اور متکبر وخود پسند لوگ آسانی کے ساتھ تسلیم نہیں کرتے بلکہ امر بالمعروف اور نہی از منکر کرنے والوں پر تہمتیں لگاتے ہیں لہذا صبر واستقامت کے بغیر ان مشکلات پر کسی صورت بھی قابو نہیں پایا جا سکتا۔[2]

۳۔ سورہ توبہ

وَالْمُؤْمِنُونَ وَالْمُؤْمِنَاتُ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ ۚ يَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُقِيمُونَ الصَّلَاةَ وَيُؤْتُونَ الزَّكَاةَ وَيُطِيعُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ ۚ أُولَٰئِكَ سَيَرْحَمُهُمُ اللَّهُ ۗ إِنَّ اللَّهَ عَزِيزٌ حَكِيمٌ [3]

---

[1] ۔ ناصر مکارم؛ شیرازی؛ تفسیر موضوعی؛ ج ۱۰؛ ص ۲۰۷

[2] ۔ ناصر مکارم؛ شیرازی؛ تفسیر نمونہ؛ ج ۹؛ ص ۲۳۶

[3] ۔ سورہ توبہ ۷۱

اور مومن مرد اور مومنہ عورتیں ایک دوسرے کے بہی خواہ ہیں، وہ نیک کاموں کی ترغیب دیتے ہیں اور برائی سے روکتے ہیں اور نماز قائم کرتے ہیں اور زکوٰۃ ادا کرتے ہیں اور اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرتے ہیں یہی وہ لوگ ہیں جن پر اللہ رحم فرمائے گا، بے شک اللہ بڑا غالب آنے والا، حکمت والا ہے۔

علامہ مودودی اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ جس طرح منافقین ایک الگ امت ہیں اگرچہ ایمان کا ظاہری اقرار اور اسلام کی پیروی کا خارجی اظہار دونوں گروہوں میں مشترک ہیں لیکن دونوں کے مزاج اخلاق اور اطوار عادات اور طرز تفکر و عمل ایک دوسرے بالکل مختلف ہے جہاں زبان پر ایمان کا دعوی ہے مگر دل سچے ایمان سے خالی ہے وہاں زندگی کا سارا رنگ ایسا ہے جو اپنی ایک ایک ادا سے دعوی ایمان کی تکذیب کر رہا ہے۔ جہاں ایمان اپنی اصل حقیقت کے ساتھ موجود ہے وہاں مُشک اپنی صورت و خوشبو سے اپنی خاصیتوں سے ہر آزمائش اور ہر معاملہ میں اپنا مُشک خوشبو دے رہا ہے۔

اسلام و ایمان کے عرفی نام نے دونوں کو بظاہر ایک امت بنا رکھا ہے مگر فی الواقع منافق مسلمانوں کا رنگ اخلاقی مزاج اور طبیعت کچھ اور ہے اور صادق ایمان کا کچھ اور ہے۔ اسی وجہ سے منافقانہ خصائل رکھنے والے مرد و زن الگ ہو گئے۔ دوسری جانب سچے مومن مرد و زن ایک الگ گروہ بن گئے جس کے سارے افراد میں یہ خصوصیت مشترک ہے کہ نیکی سے وہ دل چسپی رکھتے ہیں بدی سے نفرت کرتے ہیں خدا کی یاد ان کے لیے غذا کی طرح زندگی کی ناگزیر ضروریات میں شامل ہے۔[1]

اس آیت میں مومن کی پانچ صفات بیان ہوئی ہیں:

۱) ایک دوسرے کے رفیق ہونا۔

۲) امر بالمعروف و نہی عن المنکر کرنا۔

۳) نماز کا پابند ہونا۔

۴) زکوٰۃ دینا۔

۵) اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرنا۔

---

[1] سید ابوالاعلی؛ مودودی؛ تفہیم القرآن؛ ج ۲؛ ص ۲۱۳ تا ۲۱۵

فہرست منابع

قرآن
ا۔علوی۔ابن سرور محمد اویس عبد النصیر ؛المعجم الوسیط ۳۹
۲۔علامہ علی بن محمد الشریف التعریفات ،ص ۸۵،
۳۔اصفہانی۔امام راغب ؛ج
۴۔آملی ؛۔آیت اللہ جوادی، مفاتیح الحیات ؛ص ۵۰۵
۵۔الطبرسی ؛ابی علی الفضل بن الحسن ؛؛ مجمع البیان فی تفسیر القرآن ؛ج ا؛ص ۸۱۰)
۶۔آیت اللہ علی حسینی ؛؛توضیح المسایل ۶۔ سیستانی
۷۔ شیرازی۔آیت للہ ناصر مکارم ؛تفسیر موغوعی ؛ج ۱۰ اص ؛۲۰۷
۸۔نراقی۔ملا احمد ؛معراج السعادہ ؛ص ۴۶
۹۔مطہری۔مرتضیٰ؛؛؛امام حسین استاد مطہری کی نظر میں ۶۴
۱۰۔کلینی ؛محمد یعقوب ؛اصول کافی ؛ج اص ۲۷۷
۱۱۔مطہری، امام حسین علیہ السلام استاد شہید کی نظر میں۔
۱۲۔شیرازی، آیت للہ ناصر مکارم ؛ج ۱۰؛س ۲۰۷
۱۳؛ نجفی۔شیخ محسن علی ؛ تفسیر الکوثر ؛ج ۲؛ص ۱۳۵
۱۴ نجفی۔الشیخ محمد حسین ؛ تفسیر فیضان الرحمٰن ؛ج ۲؛ص ۳۹تا ۴۲
۱۵؛شیرازی۔ناصر مکارم ؛ تفسیر نمونہ ؛ج ۹؛ص ۲۳۶
۱۶۔؛مودودی سید ابوالاعلی؛ تفھیم القرآن ؛ج ۲؛ص ۲۱۳تا ۲۱۵
۱۷۔شیرازی، ناصر مکارم ؛؛ تفسیر موغوعی ؛ج ۱۰؛ص ۲۰۷
۱۸؛شیرازی۔ناصر مکارم ؛ تفسیر الامثل ج ا؛ص ۳۹۵تا